جنگی اخلاقیات اور سیرت النبی ﷺ

(War Ethics in the light of Sirat al-Nabi PBUH)

ڈاکٹر حافظ عبدالرشید*، ڈاکٹر حبیب الرحمٰن**

Abstract:

The Islamic law of war sought to humanize armed conflict by protecting the lives of non-combatants, respecting the dignity of enemy combatants, and forbidding damage to an adversary's property except when absolutely required by military necessity or when it happens unintentionally, as collateral damage. Prophet Muhammad (PBUH) led wars in His life and practiced these rules. War ethics like other body of law are derived from Qur'an and Sunnah which are ultimate sources of law in Islamic tradition. The basic idea working behind war laws in Islam is the protection of human life. This article describes war ethics in Islamic tradition particularly in the light of Seerat-un-Nabi and on other hand deals with international humanitarian laws regarding war. Studying the points of correspondence between Islamic law and modern international humanitarian law is not a matter of intellectual luxury; it is of strategic importance.

Keywords: Protection of Life, War Ethics, Peace and war in Islam, Islamic Law of War

دینِ اسلام میں صرف اخلاقیات وعبادات پر ہی اکتفاء نہیں کیا جاتا بلکہ اس میں پوری انسانی زندگی کا ضابطۂ حیات موجود ہے۔ یہ کہنا بالکل درست ہے کہ یہ دین زندگی کے تمام شعبہ جات کو گھیرے ہوئے ہے۔ نبی اکرمؐ نے اپنی ۶۳ سالہ زندگی کے ۵۳ سال مکہ مکرمہ میں گزارے جبکہ ۱۰ سال مدینہ منورہ میں بسر فرمائے۔ مدنی زندگی میں آپؐ نے جنگیں بھی کیں اور صلحیں بھی کیں۔ جن جنگوں میں آپؐ نے خود شرکت فرمائی انہیں غزوات اور جن میں شرکت نہیں کی بلکہ اپنی راہنمائی میں لشکر بھیجے، اُن کو سرایا کہا جاتا ہے۔ ایک مقولہ بولا جاتا ہے کہ جنگ میں ہر کام جائز ہوتا ہے، حالانکہ دینِ اسلام اس نظریے کا سختی سے انکار کرتا ہے۔ نبی اکرم نے جنگ کے لیے باقاعدہ اصول وضوابط مقرر فرمائے اور اپنے فوجیوں اور سپہ سالاروں پر لازم قرار دیا کہ وہ کسی بھی صورت ان قوانین کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔ اس پسِ منظر میں یہ کہنا بالکل درست ہو گا کہ اسلام نے ہمیشہ ایسی جنگ کی حمایت کی ہے جو انصاف پر مبنی ہو۔ اس نے غاصبانہ اور ظالمانہ طریقے سے جنگ کی ہمیشہ مخالفت کی ہے۔ شریعتِ اسلامیہ کے مطابق جنگ

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، وفاقی اردو یونیورسٹی، اسلام آباد

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، وفاقی اردو یونیورسٹی، اسلام آباد

میں اس ضابطہ پر عمل کیا جاتا ہے کہ مقصد کے حصول کے لیے ہمدردی، پاکیزگی اور شریعت پر ہر حال میں عمل درآمد کیا جائے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دینِ اسلام میں جنگ کا اصل مقصد دشمن کے شر کو ختم کرنا ہے نہ اس کو ہلاک کرنا اور اس کو نقصان پہنچانا۔ اسلام نے دنیا میں پہلے سے رائج اُن جنگی قوانین کو مسترد کر دیا جو انسانی اقدار کے خلاف تھے۔ جنگی قوانین میں اتنی بڑی تبدیلی لانے کی وجہ یہ تھی کہ اسلام کی نظر میں ایک انسانی جان کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ ایک جگہ آتا ہے کہ حضور نے کعبۃ اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللہِ حُرْمَةً مِنْكِ مَالِهِ وَدَمِهِ"(1)

(اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان کے مال و جان کی حرمت تیری حرمت سے زیادہ ہے۔)

اسی ضرورت کے تحت نبی اکرمؐ نے نہ صرف یہ کہ خود اِن قوانین پر عمل کیا بلکہ اپنے سپہ ساروں اور فوجیوں کو بھی سختی کے ساتھ اس کا پابند بناتے۔ کوتاہی کی صورت میں فوراً جانچ پڑتال فرماتے۔ ضروری ہے کہ سیرت طیبہ کی روشنی میں جنگی اخلاقیات کو سامنے لایا جائے تاکہ جنگ کی صورت میں اُن پر عمل درآمد کرایا جا سکے۔

سیرت النبی اور جنگی اخلاقیات

دورِ حاضر میں جن مسائل پر گفتگو کرنا بہت ضروری ہے، اُن میں سے ایک مسئلہ جنگی اخلاقیات کا ہے۔ اس وقت دنیا کے کئی ممالک مسلح تصادم میں مبتلا ہیں۔ ان جگہوں پر جنگی اخلاقیات واضح کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اُن پر عمل پیرا ہوا جا سکے۔ ذیل میں اُن جنگی اخلاقیات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جو ہمیں نبی اکرمؐ کی سیرت طیبہ سے ملتے ہیں:

ا۔ غیر اہلِ قتال کے قتل کی ممانعت

دینِ اسلام کے جنگی قوانین کے مطابق وہ تمام افراد جو جنگ میں کسی بھی طرح سے حصہ نہیں لے رہے، اُن کو قتل نہیں کیا جائے گا، اگرچہ اُن کے عقائد اسلامی عقائد سے بالکل مختلف ہوں۔ ایسے لوگوں کے ساتھ اسلام نے ہمیشہ بھلائی کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے کیونکہ اسلام ہمیشہ انسانی جان کی حرمت کو مدِ نظر رکھتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"لَا يَنْهٰكُمُ اللہُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللہَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ"(2)

(اللہ تم کو ایسے لوگوں کے ساتھ احسان و انصاف کرنے سے منع نہیں کیا جو دین کے معاملے میں تم سے لڑے نہیں اور نہ انہوں نے تم کو گھروں سے نکلنے پر مجبور کیا، یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔)

یہ آیت کریمہ اس بات کو واضح کر رہی ہے کہ جو لوگ جنگ میں حصہ نہیں لے رہے، اُن کو قتل نہ کیا جائے۔ یہی وجہ تھی کہ نبی اکرمؐ نے خواتین، بوڑھوں، بچوں، مذہبی رہنماؤں، خدمت گار افراد، کاشتکاروں اور تاجروں کو قتل کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ حضرت ابن کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں:

''اَنّ النَبِيَ صلى الله عليه وآله وسلم حِيْنَ بَعَثَ إِلَي ابْنِ اَبِي حَقِيْقٍ، نَهَي حِيْنَئِذٍ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِبْيَانِ''[3]

(ابن ابو حقیق کی طرف جب حضورؐ نے لشکر روانہ کیا تو خواتین اور چھوٹے بچوں کا قتال کرنے سے روک دیا۔)

ایک جگہ آتا ہے کہ نبی اکرمؐ نے کسی جنگ میں ایک مقتول خاتون کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ جنگ میں خواتین اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے۔[4] جنگ میں خواتین کو قتل نہ کرنے کا سبب یہ ہے کہ عمومی طور پر یہ جنگ میں حصہ نہیں لیتیں۔ جنگ میں شمولیت اختیار نہ کرنے کے سبب سے ہی بچوں کا استثنیٰ دیا گیا ہے۔ حضرت اسود بن سریعؓ فرماتے ہیں کہ ایک جنگ میں ہم لڑ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں غلبہ عطا کیا۔ کچھ لوگوں نے غیر مسلموں کے کچھ بچوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ اس کی خبر نبی اکرم کو دی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اِن لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ انہوں نے مشرکین کے چھوٹے بچوں کو مار دیا۔ خبردار بچوں کو قتل نہ کرو۔ یہ الفاظ آپ نے دو دفعہ ارشاد فرمائے۔ آپ کی بارگاہ میں ذکر کیا گیا کہ کیا یہ مشرکین کی اولاد نہیں ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تمہارے اچھے اور عمدہ افراد بھی مشرکین کے بچے نہیں ہیں؟[5] صحابہ کرامؓ نے حضور کے اس ارشاد پر اتنی سختی سے عمل کیا کہ دوران جنگ کسی بھی بچے کو قتل نہیں کرتے تھے۔ اگر کسی کے بارے میں شک ہو جاتا کہ یہ بالغ ہے یا نابالغ تو پہلے اس کی تحقیق کرتے۔ حضرت عطیہؓ فرماتے ہیں کہ میرا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے کہ جن کے بارے میں حالت جنگ میں حضرت سعدؓ نے فیصلہ فرمایا کہ ان کے ساتھ کس طرح کا برتاؤ کیا جائے۔ میرے حوالے سے شک کیا گیا کہ میں بچہ ہوں یا باقاعدہ لڑائی کرنے والوں میں شامل ہوں۔ اس مسئلے کے حل کے لیے میرے جسم پر بلوغت کے بال تلاش کیے گئے۔ تلاش کے بعد پتا چلا کہ میرے جسم پر ابھی تک بلوغت کے بال اگے ہی نہیں ہیں۔ اس کے بعد بچوں میں شمار کر کے مجھے چھوڑ دیا گیا۔[6] امام سرخسی فرماتے ہیں کہ لغت میں ولید مولود کے معنی ہے۔ ویسے تو ہر انسان ہی مولود ہے لیکن عمومی طور پر اس کا اطلاق چھوٹے بچوں کے لیے کیا جاتا ہے۔ حضور کا یہ فرمان "لا تقتلوا ولیدا" اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ حالت جنگ میں بچوں کو کسی بھی صورت قتل نہ کیا جائے۔ خصوصی طور پر اس وقت جب وہ قتال میں شرکت ہی نہ کر رہے ہوں۔[7] اسلام قوانین کے مطابق حالتِ جنگ میں بوڑھوں کو بھی قتل کرنا منع ہے۔[8] دورانِ جنگ مذہبی راہنماؤں کے قتل سے بھی منع کیا گیا ہے۔ حضورؐ جب اسلامی فوج کو جنگ کے لیے بھیجتے تو اُن کو مختلف ہدایات دیتے تھے۔ اُن میں ایک ہدایت یہ بھی ہوتی تھی:

''وَلَا تَقْتُلُوا الْوِلْدَانَ وَلَا اَصْحَابَ الصَّوَامِعِ''[9]

(تم بچوں اور راہبوں کو قتل نہ کرنا۔)

آپ کی تربیت کا ہی اثر تھا کہ پہلے خلیفہ حضرت ابو بکرؓ حالتِ جنگ میں جنگی اخلاقیات پر نہ صرف یہ کہ خود عمل کرتے تھے بلکہ جب بھی کسی اسلامی لشکر کو روانہ فرماتے تو اُن کو مختلف ہدایات ارشاد فرماتے تھے۔ اُن میں ایک نصیحت یہ بھی ہوتی تھی:

"اَ لَا! لَا يُقْتَلُ الرَّاهِبُ فِي الصَّوْمَعَةِ"(10)

(عبادت گاہوں میں کسی پادری کو قتل نہ کیا جائے۔)

ملک شام کی طرف لشکر کو روانہ کرتے وقت آپؓ نے انہیں یہ بھی ارشاد فرمایا:

"إنكم ستجدون اقواما قد حبسوا انفسهم في هذه الصوامع، فاتركوهم وما حبسوا له انفسهم"(11)

(تم ایسے لوگوں کو پاؤ گے جو عبادت گاہوں میں رکے ہوئے ہیں، انہیں کچھ نہ کہنا اور جس چیز کے لیے وہ رکے ہوئے ہیں اسے بھی کچھ نہ کہنا۔)

عمومی طور پر تاجر اور کسان جنگ میں شرکت نہیں کرتے۔ حالتِ جنگ میں ایسے تاجروں اور کسانوں کو بھی قتل کرنے کی اجازت نہیں۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ مسلمان کبھی بھی مشرک تجار کو قتل نہیں کرتے تھے۔(12) علامہ ابن قیم جوزیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے اخلاقیات میں شامل تھا کہ وہ فتح کے بعد وہاں کے کسانوں کا قتل نہیں کرتے تھے، کیونکہ میں وہ براہِ راست میں جنگ میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ جس طرح بوڑھے اور مذہبی رہنما قتل سے ماورا ہوتے تھے اسی طرح کاشت کاروں کو بھی قتل سے مستثنیٰ کیا جاتا تھا۔(13) علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جنگ میں عملاً شریک ہونے والے کاشت کاروں اور مزارعین کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم نے ارشاد فرمایا کہ اِن کسانوں سے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو حالتِ جنگ میں تمہارے ساتھ نہیں لڑتے۔(14) غیر مسلم خدمت گار لوگوں کو جنگ کے دوران قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت رباح بن ربیعؓ فرماتے ہیں کہ ایک جنگ میں ایک جگہ پر کافی لوگ اکٹھے تھے تو نبی اکرم ایک بندے کو حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ اس آدمی نے بتایا کہ وہاں ایک عورت قتل ہوئی ہے جس کے پاس لوگ جمع ہیں۔ نبی اکرم نے ارشاد فرمایا کہ وہ عورت تو جنگ میں شریک نہیں تھی۔ اگلے دستے کے سربراہ خالد بن ولید کو آپ نے پیغام بھیجا کہ غیر مسلموں کی خواتین اور خدمت کرنے والے لوگوں کو قتل نہ کرنا۔(15)

درج بالا اسلامی تعلیمات اس بات کو ظاہر کر رہی ہیں کہ غیر محارب افراد کو کسی بھی صورت قتل نہیں کیا جائے گا۔ غیر محارب افراد میں مراد خواتین، بچے، بوڑھے، مذہبی رہنما، کاشت کار، تاجر اور خدمت پیشہ افراد وغیرہ کا شمار ہوتا ہے۔ فتح کے بعد فاتح قوم مفتوح قوم کو نیست و نابود کرنے کی بھرپور کوشش کرتی ہے لیکن اسلامی لشکر ایسا نہیں کیا کرتے تھے بلکہ وہ مفتوح قوم کو امن فراہم کرنے کی بھرپور کوشش کیا کرتے تھے۔

۲۔ایفائے عہد

دینِ اسلام میں ایفائے عہد کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔بد عہدی اور عہد شکنی سے منع کیا گیا ہے۔ایفائے عہد سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰـهِ اِذَا عَاهَدْتُّـمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُـمُ اللّٰـهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا اِنَّ اللّٰـهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ"[16]

(اور اللہ کے وعدہ وفا کرو جب آپس میں وعدہ کرو اور پکا کرنے کے بعد قسمیں نہ توڑو، تم اپنے اوپر اللہ کو گواہ بنایا ہوا ہے، یقیناً جو تم کرتے ہو، اللہ کو علم ہے۔)

ایفائے عہد سے متعلق سیرت طیبہ سے بہت ساری مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔کفار نے ابو رافع کو اپنا نمائندہ اور قاصد بنا کر حضور کی بارگاہ میں بھیجا۔نبی اکرم کی بارگاہ میں پہنچ کر یہ مسلمان ہو گئے۔انہوں حضور کی بارگاہ میں عرض کی کہ حضور میں واپس نہیں جاؤں گا۔حضور نے ارشاد فرمایا کہ قاصد کو روک لینا عہد شکنی ہے۔تم چلے جاؤ پھر واپس آجانا۔حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں:

"بَعَثَتْنِي قُرَيْشٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُلْقِيَ فِي قَلْبِي الْإِسْلَامُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي وَاللَّهِ لَا أَرْجِعُ إِلَيْهِمْ أَبَدًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" إِنِّي لَا أَخِيسُ بِالْعَهْدِ وَلَا أَحْبِسُ الْبُرُدَ، وَلَكِنْ ارْجِعْ فَإِنْ كَانَ فِي نَفْسِكَ الَّذِي فِي نَفْسِكَ الْآنَ فَارْجِعْ"[17]

(صلح حدیبیہ میں قریش کی طرف سے میں حضور کے پاس آتا، آپ کو دیکھتے ہی میرے میں دین اسلام سے لگن پیدا ہو گئی۔میں نے عرض کی کہ اب میں کفار کے پاس نہیں جاؤں گا۔میں عہد شکنی نہیں کرتا اور نہ سفیروں کو پکڑتا ہوں، تم اُن کے پاس واپس چلے جاؤ، اگر تمہارا دل ایسا ہی رہا تو واپس آجانا۔میں قریش مکہ کے پاس گیا لیکن پھر واپس آکر اسلام لے آیا۔)

صلح کے حدیبیہ کے بعد حضرت ابو جندل کفار کی قید سے بھاگ کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ان کی حالت یہ تھی کہ ان کے پاؤں میں ابھی تک زنجیریں موجود تھیں۔انہوں نے حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کفار کی طرف سے دی جانے والی تکالیف کا تذکرہ کیا تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ قریش کے ساتھ معاہدہ ہو چکا ہے کہ جو مسلمان مکہ مکرمہ سے بھاگ کر مدینہ منورہ آئے گا ہم اسے واپس کر دیں گے۔اس پر حضرت ابو جندلؓ نے رو رو کر تمام اہلِ اسلام کو بتلایا تو سارے مسلمان بے قرار ہو گئے۔حضرت ابو بکر صدیقؓ اس معاملے میں بار بار نبی اکرم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔ان سارے معاملات کے باوجود حضور نے حضرت ابو جندل کو اپنے پاس رکھنے سے انکار کر کے انہیں واپس بھیج دیا۔[18] اس پسِ منظر سے واضح ہوتا ہے کہ نبی اکرم نے ہر معاہدے کو

پورا فرمایا۔ آپ کو علم تھا کہ مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کے ساتھ بہت زیادہ ظلم کیا جارہا ہے لیکن اس کے باوجود آپ نے اُن کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کیا۔ عہد توڑنے والوں سے متعلق ارشاد فرمایا:

''مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا فِي غَيْرِ كُنْهِهِ، حَرَمَ االله عَلَيْهِ الْجَنَةَ''[19]

(معاہدہ کرنے والے کو قتل کرنے والے پر اللہ نے جنت کو حرام قرار دے دیا ہے۔)

ایک جگہ آتا ہے کہ معاہدہ کرنے والے کو قتل کرنے والا جنت خوشبو بھی نہیں سونگ سکے گا۔ اس کی خوشبو تو چالیس سال کی دوری سے بھی محسوس ہو جاتی ہے۔[20] اس حدیث مبارک کی شرح کرتے ہوئے علامہ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں کہ اس روایت سے پتا چلتا ہے کہ مسلمان کا قتل کتنا سنگین گناہ ہے کہ ممکن ہے کہ بندہ کافر بن جائے۔ غیر مسلم معاہد کو قتل کرنا بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ اس گناہ کی وجہ سے قاتل کو جنت کی خوشبو سے محروم کر دیا جائے گا۔[21] عہد شکنی کرنے والے سے متعلق حضور نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

''لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرْفَعُ لَهُ بِقَدْرِ غَدْرِهِ أَلَا وَلَا غَادِرَ أَعْظَمُ غَدْرًا مِنْ أَمِيرِ عَامَّةٍ''[22]

(قیامت کے روز عہد شکنی کرنے والے کے لیے اس کی غداری کے اعتبار سے ایک جھنڈا مقرر کیا جائے گا۔ عہد شکنی میں سب سے بڑا عوام کا امیر ہو گا۔)

نبی اکرم کے اخلاقِ عالیہ کا صحابہ کرامؓ پر بہت گہرا اثر مرتب ہوا۔ اسی اثر کا نتیجہ تھا کہ ہر صحابی کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ ہر معاملے میں نبی اکرم کی مشابہت اختیار کرے۔ حضرت امیر معاویہؓ کا رومیوں کے ساتھ جنگ بندی کے حوالے ایک مدت تک معاہدہ ہوا۔ حضرت امیر معاویہؓ لشکر کے ساتھ روم کی طرف نکل پڑے۔ ان کا ارادہ تھا کہ جیسے ہی معاہدہ ختم ہو، فوراً حملہ کر دیا جائے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں حضرت عمرو بن عبسہؓ بقید حیات تھے۔ ان کے نزدیک مدتِ معاہدہ میں جنگ کی تیاری اور سرحدوں کی طرف روانگی بھی بد عہدی میں شمار ہوتی تھی۔ یہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے حضرت امیر معاویہؓ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ وعدہ کی پاسداری کی جائے، وعدہ خلافی نہ کی جائے۔ حضرت امیر معاویہؓ اس کی وجہ دریافت فرمائی تو حضرت عمرو عرض کرنے لگے کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جو کسی قوم کے ساتھ معاہدہ کرے تو نہ اس گرہ کو مضبوط کرے اور نہ کھولے۔ جب اس معاہدہ کا وقت پورا ہو جائے تو برابر کی سطح پر وعدہ توڑا جائے۔ یہ حدیث سن کر حضرت امیر معاویہؓ واپس تشریف لے گئے۔[23] یہ پسِ منظر اس بات کو واضح کرتا ہے کہ زندگی کے کسی بھی موڑ پر عہد شکنی کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے حتیٰ کہ حالتِ جنگ میں بھی عہد شکنی کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔

۳۔ اظہارِ اسلام پر قتل پر عدمِ تعرض

دینِ اسلام میں کسی کو انتقاماً قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جنگ کی حالت میں اگر مدِ مقابل کسی مرحلے پر واضح طور پر یا اشارۃً اس بات کا اظہار کرے کہ اس نے اسلام قبول کر لیا ہے تو ضروری ہے اب اس کو چھوڑ دیا جائے۔ اسلام کا اظہار اس نے دل سے کیا ہو یا اپنی جان بچانے کے لیے کیا ہو دونوں صورتوں میں اس کو کسی بھی صورت میں قتل نہیں کیا جا سکتا۔ عہدِ رسالت میں ایسے متعدد واقعات وقوع پذیر ہوئے کہ مد مقابل نے اسلام کا اظہار کیا لیکن اس کے باوجود انہیں قتل کر دیا گیا۔ اس کی اطلاع ملنے پر نبی اکرمؐ نے رنجیدگی کا اظہار فرمایا۔ اس حوالے قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

''یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَتَبَیَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا''[24]

(مسلمانوں جب تم اللہ کے راستے میں جاؤ تو خوب تحقیق کر لو، اپنے اوپر سلام کہنے والوں کو یہ نہ بولو کہ تو مسلمان نہیں۔)

اسامہؓ کہتے ہیں کہ ہمیں نبی اکرم نے جنگ کی غرض سے قبیلہ حرقہ کی جانب بھیجا۔ ہم نے صبح صبح اُن پر حملہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی۔ اس قبیلہ کے ایک آدمی سے ہم لڑنا شروع ہو گئے۔ جب ہم غالب آ گئے اور وہ بالکل مغلوب ہو گیا تو اس نے لاالہ الا اللہ کہنا شروع کر دیا۔ انصاری تو فوراً رک گیا لیکن میں نے اسے قتل کر دیا۔ جب ہم واپس مدینہ منورہ پہنچے تو نبی اکرم کی بارگاہ میں اس بات کا تذکرہ کیا گیا۔ آپ نے پوچھا کہ اے اسامہ کیا تم نے کلمہ پڑھنے کے باوجود اسے قتل کر دیا۔ میں عرض نے کیا کہ حضور اس نے قتل سے بچنے کے لیے ایسا کیا تھا۔ نبی اکرم بار بار فرماتے رہے کہ کیا تم نے کلمہ پڑھنے کے باوجود اسے قتل کر دیا۔ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کاش کہ میں آج سے پہلے مسلمان ہی نہ ہوتا۔[25] اسلامی تعلیمات کے مطابق اسلام اُن تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو انسان نے حالت کفر میں کیے ہوتے ہیں۔ اس لیے حضرت اسامہ بن زیدؓ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ کاش کہ میں اس سے پہلے مسلمان نہ ہوتا۔ تاکہ اس سے پہلے کیے ہوئے میرے سارے گناہ معاف ہو جاتے۔ اگر کسی بستی یا گاؤں کے آثار یا قرائن سے پتا چل جاتا کہ یہاں مسلمان آباد ہیں تو اس گاؤں پر حملہ کرنے کی قطعاً اجازت عطا نہ فرماتے۔ آپؐ جب کسی لشکر یا سریہ کو جنگ کے لیے روانہ فرماتے تو انہیں ہدایت فرماتے:

''إِذَا رَأَیْتُمْ مَسْجِدًا، أَوْ سَمِعْتُمْ مُؤَذِّنًا، فَلَا تَقْتُلُوا أَحَدًا''[26]

(تمہاری نظر کسی مسجد پر پڑے یا موذن کی آواز سنو تو قتال سے باز رہو۔)

کلمہ پڑھنے کے باوجود کسی شخص کو قتل کرنے سے متعلق نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا فَاعْتَبَطَ بِقَتْلِہِ لَمْ یَقْبَلِ اللّٰہُ مِنْہُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا''[27]

(مسلمان کو قتل کر کے خوش ہونے والے کی اللہ تعالیٰ فرائض و نوافل سمیت اس کی کسی بھی عبادت کو قبول

نہیں فرمائے گا۔)

اس پسِ منظر سے واضح ہوتا ہے کہ حالتِ جنگ میں اسلام ظاہر کرنے کے بعد کسی کو قتل کرنے کی ہر گز اجازت نہیں ہے۔اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ کسی بھی مسلمان کو کافر قرار دینا سب سے زیادہ قبیح عمل ہے۔

۴۔مثلہ کرنے کی ممانعت

مثلہ کا مطلب ہے مرنے کے بعد اس کے مختلف اعضاء کو کاٹ دینا۔(28) زمانہ جاہلیت میں اس طرح کے معاملات اپنے دشمنوں کے ساتھ کیے جاتے تھے۔غزوہ احد میں حضرت حمزہؓ کی شہادت کے بعد اُن کا مثلہ کیا گیا تھا۔(29) دینِ اسلام نے ایسے افعال سے سختی سے منع فرما دیا۔ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ غیر مسلموں کو اہل ایمان اچھے طریقے سے قتل کرتے ہیں۔(30) کتبِ حدیث سے ہمیں ایک ایسی بھی روایت ملتی ہے جس میں مثلہ کا جواز ملتا ہے۔وہ روایت یہ ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ عکل اور عرینہ قبائل کے کچھ لوگ مدینہ منورہ نبی اکرمؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ان لوگوں کے پاس کھیت نہیں تھے لیکن انہوں نے مویشی رکھے ہوئے تھے۔اس لیے وہ صرف دودھ پی کر گزر بسر کیا کرتے تھے۔انہیں مدینہ منورہ کی آب وہوا راس نہ آئی تو نبی اکرمؐ نے کچھ اونٹ اُن کے حوالے کر کے فرمایا کہ ان ک دودھ اور پیشاب پیو تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔وہ لوگ اونٹ لے کر چراہ گاہ کی طرف چلے گئے۔مقام حرہ کے پاس پہنچ کر انہوں نے اسلام کو چھوڑ دیا۔اونٹوں کے چرواہے کو قتل کر اونٹ اپنے ساتھ لے گئے۔ حضورؐ کو اس کی اطلاع ملی تو آپؐ نے کچھ صحابہ اُن کے پیچھے بھیجے۔ حضورؐ کے حکم سے اُن کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں اور اُن کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر انہیں حرہ کے کنارے ہی چھوڑ دیا گیا، جہاں پر اُن کی موت واقع ہوئی۔(31) اس حدیث کا محدثین وفقہاء کرام نے جواب دیا ہے کہ اگر اس واقعہ کو مثلہ کی ممانعت سے پہلے کا تسلیم کیا جائے تو یہ منسوخ ہو گا اور اگر یہ واقعہ ممانعت کے بعد کا ہے تو پھر بھی اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ضابطہ یہ ہے کہ جب حرام اور حلال میں تعارض واقع ہو جائے تو حرام کو ترجیح دی جاتی ہے۔لہذا یہاں پر مثلہ کی حرمت کو ترجیح دی جائے گی۔(32) مثلہ کو حرام اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ دینِ اسلام میں انسانی جان کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔اسی اہمیت کے پیشِ نظر حالتِ زندگی میں اس کی تعظیم کی جاتی ہے اور حالتِ وفات میں بھی وہ عزت واحترام کے قابل ہے۔

۵۔بد نظمی اور انتشار کی ممانعت

زمانہ جاہلیت میں عربوں کی عادت میں شامل تھا کہ جنگ پر جاتے ہوئے راستے میں لوگوں کو تنگ کیا کرتے تھے اور جب کسی جگہ قیام کرتے تو ساری جگہوں پر پھیل جاتے تھے کہ لوگوں کے لیے راستہ تنگ ہو جاتا تھا۔ نبی اکرمؐ نے اس کام سے نہ صرف یہ کہ سختی سے منع فرمایا بلکہ یہ اعلان بھی کروا دیا کہ ایسا کرنے والوں کا جہاد میں کوئی حصہ نہیں ہو گا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرمؐ نے ساتھ مختلف غزوات پر گیا۔ایک دفعہ ایک منزل پر لوگوں نے جگہ اتنی تنگ کر دی کہ راستہ بند ہو گیا۔

اس وقت نبی اکرمؐ نے اعلان فرمایا کہ جو جو منزل تنگ کرے گا اور راستہ روکے گا تو اس کو جہاد کا ثواب نہیں ملے گا۔[33] ایک اور موقع پر نبی اکرمؐ نے اسے شیطانی فعل قرار دیا۔ حضرت ابو ثعلبہ خشنیؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ جب کسی جگہ قیام فرماتے لوگ مختلف گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھر جاتے تھے تو رسول اللہؐ نے ان کو ارشاد فرمایا کہ اس طرح تمہارا وادیوں اور گھاٹیوں میں متفرق ہو جانا شیطان کی طرف سے ہے۔ اس کے بعد نبی اکرمؐ جب کسی جگہ پڑاؤ کرتے تو صحابہ کرامؓ اس طرح آپس میں سمٹ جاتے کہ اگر اُن پر کپڑا ڈال دیا جاتا تو اُن سب کو ڈھانپ لیتا۔[34] بد نظمی اور انتشار کی کسی بھی حالت میں حوصلہ افزائی نہیں کی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کے کئی مقامات پر افتراق و انتشار سے منع فرمایا گیا ہے۔ حالتِ جنگ میں بد نظمی و انتشار زیادہ نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔

۶۔ آگ میں جلانے کی ممانعت

زمانہ جاہلیت میں عربوں کی عادت تھی کہ انتقام لینے کے لیے اپنے دشمن کو زندہ ہی آگ میں جلایا کرتے تھے۔ نبی اکرمؐ نے اس فعل سے منع فرما دیا۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے ہمیں ایک جنگ میں بھیجا اور تلقین فرمائی کہ اگر فلاں اور فلاں تمہیں مل جائیں تو انہیں جلا دینا۔ روانگی کے وقت حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے فلاں فلاں کو آگ میں جلانے کی ہدایت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور آگ کی سزا نہیں دے سکتا۔ لہٰذا اگر وہ مل جائیں تو انہیں مار دینا۔[35] کسی بھی جاندار کو جلانے سے منع کیا گیا ہے۔ عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم نبی اکرمؐ کے ساتھ تھے کہ آپؐ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ ہم نے ایک چڑیا اور اس کے دو بچے دیکھے۔ ہم نے اس کے دونوں بچوں کو پکڑ لیا۔ چڑیا نے آ کر تڑپنا شروع کر دیا۔ نبی اکرمؐ واپس تشریف لائے تو پوچھا کہ اس کے بچے لے کر اسے جس نے بھی دکھ دیا ہے وہ اس کے بچے واپس کر دے۔ آپؐ نے چیونٹیوں کی ایک جلی ہوئی بستی کو دیکھ کر فرمایا کہ انہیں کس نے جلایا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ حضور ہم نے جلایا ہے۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ آگ پیدا کرنے والے کے علاوہ کوئی آگ کی سزا نہیں دے سکتا۔[36] ایک جگہ میں آتا ہے کہ کچھ لوگ مرتد ہو گئے تو حضرت علیؓ نے انہیں آگ میں جلا دیا۔ حضرت ابن عباسؓ کو اطلاع ملی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے زیب نہیں دیتا کہ میں انہیں آگ میں جلاؤں کیونکہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ تم انہیں اللہ تعالیٰ والا عذاب نہ دو۔ میں انہیں نبی اکرمؐ کے فرمان کی روشنی میں قتل کر دیتا کیونکہ حضورؐ نے فرمایا کہ جو اسلام چھوڑ کر کوئی اور دین اپنا لے اسے قتل کر دو۔ حضرت علیؓ کو اس بات کی اطلاع ملی تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابن عباس کی ماں پر رحم فرمائے انہوں نے بہت اچھی بات فرمائی۔[37]

اس حدیث مبارک کے تحت ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ لفظ "ویح" رحمت کی دعا کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ابن عباسؓ نے جناب علیؓ کے اس عمل کو اس لیے پسند نہیں کیا کہ وہ اس حدیث کو ظاہر پر محمول کر کے حرمت کے قائل تھے۔ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ ابن عباسؓ کی بات سن کر جناب علیؓ نے ان کی بات سے اتفاق کیا ہو کہ کیا ہی اچھا ہے کہ ابن

عباس نے ایک بھولی ہوئی بات یاد کرا دی۔ اس احتمال کو اس لیے درست قرار دیا جا سکتا ہے کہ لفظ "ویح" تعریف اور تعجب دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔[38] یہ پسِ منظر اس بات کو واضح کرتا ہے کہ حالت جنگ میں اپنے دشمن کو آگ میں نہ جلایا جائے۔

۷۔ سیاسی پناہ گاہ

اسلامی جنگی اخلاقیات میں سیاسی پناہ گاہ ایک بنیادی مقام کی حیثیت حاصل ہے۔ جب کوئی غیر مسلم پناہ طلب کرے تو اس کو پناہ دی جائے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ"[39]

(اگر کسی مشرک نے آپ سے پناہ مانگی تو اسے پناہ دیں یہاں تک کہ اللہ کے کلام کو سنے، پھر اس کو امن والی جگہ چھوڑ دو۔)

دینِ اسلام میں سیاسی پناہ کا تصور محدود نہیں۔ اگر کوئی غیر مسلم مسلمانوں سے پناہ کا طلب گار ہوتا ہے تو حکومتِ وقت کی ذمہ داری ہے کہ اس کو جان و مال کا تحفظ فراہم کرے۔ بغاوت اور جاسوسی کے علاوہ سیاسی پناہ ختم نہیں ہوتی۔ کسی کو پناہ دینے کا اختیار تو صرف سربراہ کے پاس ہوتا ہے لیکن اگر کسی عام آدمی یا عورت نے بھی کسی کو پناہ دی تو اسے معتبر تصور کیا جائے گا۔ ام ہانیؓ فرماتی ہیں کہ فتح مکہ کے وقت میں نبی اکرمؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ اس وقت آپؐ غسل فرما رہے تھے اور آپ کی بیٹی فاطمہ پردے کیے ہوئے تھیں۔ میں نے سلام عرض کیا تو آپؐ نے فرمایا کون؟ میں نے عرض کیا کہ ام ہانی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا خوش آمدید۔ غسل سے فارغ ہونے کے بعد آپؐ نے ایک کپڑے میں لپٹ کر آٹھ رکعت نماز چاشت ادا فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے فلاں کو پناہ دی ہے لیکن علی کہتے ہیں کہ میں اسے قتل کروں گا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ام ہانی جسے تم نے پناہ دی ہے وہ ہماری پناہ میں ہے۔[40] یہ پسِ منظر اس بات پر دلیل ہے کہ حالتِ جنگ میں اگر کوئی غیر مسلم امن مانگے تو اسے حفاظت فراہم کی جائے۔

۸۔ سفراء کے قتل کی ممانعت

زمانہ جاہلیت میں چونکہ کوئی جنگی قانون موجود نہ تھا۔ اسی وجہ سے سفراء کو بھی قتل کر دیا جاتا تھا۔ دور حاضر میں سفراء کو دوسرے ممالک بہت زیادہ مراعات حاصل ہیں۔ ان مراعات کی اصل نبی اکرمؐ کی سیرت طیبہ میں موجود ہے۔ نبی اکرمؐ نے سفراء کو خصوصی عزت بخشی۔ یہی وجہ تھی کہ انہیں مسجد نبوی میں ٹھہرا جاتا تھا۔ حضرت نعیم بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب کے دو سفیر نبی اکرمؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور مسیلمہ کذاب کی طرف سے ایک خط پیش کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ آپ لوگ مسیلمہ سے متعلق کیا رائے رکھتے ہو۔ وہ دونوں کہنے لگے کہ مسیلمہ والی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر سفیروں کو قتل کرنے

کا حکم نہ ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کر دیتا۔[41] اس حدیث مبارک سے یہ مسئلہ نکالا گیا ہے کہ اسلامی سرحد پر اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں سفیر ہوں اور فلاں حکومت کی طرف سے اس حکومت کے لیے پیغام لے کر آیا ہوں۔ اگر اس کا سفیر ہونا ثابت ہو جائے تو اس کو امن فراہم کیا جائے گا۔ آپؐ نے اپنی آخری وصیت میں فرمایا:

”وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ“[42]

(قبائل کے سفیروں کی خاطر تواضع اسی طرح کرنا جس طرح میں کرتا رہا ہوں۔)

نجران کے عیسائیوں کی طرف سے آنے والے سفیروں کا واقعہ الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ امام ابو یوسف، ابو عبید قاسم بن سلام، ابن قیم، ابن سعد اور بلاذری ایسے کبار فقہاء و مؤرخین نے نقل کیا ہے۔ واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ نجران کے بڑے بڑے عیسائی راہبوں پر مشتمل وفد بڑی ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ ۹ ہجری میں نبی اکرمؐ کے ساتھ بات چیت کرنے کے لیے آیا تھا۔ آپؐ نے انہیں مسجد نبوی میں ٹھہرایا۔ کچھ دیر بعد ان کی نماز عصر کا وقت ہوا تو وہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ وہاں پر موجود صحابہؓ نے انہیں روکنے کا ارادہ کیا تو نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو یعنی انہیں پڑھنے دو۔ چنانچہ انہوں نے مشرق کی طرف منہ کیا اور اپنے طریقے کے مطابق نماز ادا کی۔[43] اس کے علاوہ متعدد واقعات ایسے ملتے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ سفیروں کے قتل کا حکم نہیں دیتا بلکہ اُن کو عزت بخشتا ہے۔

درج بالا تعلیمات کی روشنی میں یہ بات ہمارے سامنے کھل کر آ جاتی ہے کہ جب اہلِ اسلام کو جنگ کی طرف دھکیل دیا جائے یا پھر کسی جگہ اہلِ اسلام کے ساتھ ظلم کیا جا رہا ہو، اس کے جواب میں اسلامی فوج باقاعدہ جنگ میں مصروف ہو جائے تو ایسے حالات میں اسلامی فوجیوں کے لیے اُن جنگی اخلاقیات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے جن کی طرف رہنمائی ہمیں سیرت طیبہ سے ملتی ہے۔ ایسے حالات میں ضروری ہے کہ دشمن کے غیر محارب لوگوں کو قتل نہ کیا جائے، اُن کے سفیروں کو قتل نہ کیا جائے، بد نظمی و انتشار سے محفوظ رہا جائے اور دشمن کو آگ میں جلانے سے گریز جائے وغیرہ۔

زمانۂ جاہلیت میں زمین پر لڑی جانے والی اکثر جنگوں میں کسی ضابطے اور قانون کی پاسداری نہیں کی جاتی تھی۔ یہ بات مبالغہ سے خالی ہے کہ ان جنگوں کی وساطت سے زمین میں نہ صرف یہ کہ فتنہ و فساد برپا کر دیا جاتا تھا بلکہ اپنے دشمنوں کو بے دریغ قتل کر دیا جاتا تھا۔ اس کے مقابلے میں اسلام ایک امن و سلامتی کا دین ہے۔ دینِ اسلام نے جنگ کے لیے اصول و ضوابط مقرر کر کے اہلِ ایمان پر اُن کی پاسداری کو لازم قرار دے دیا۔ اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں سے کسی کو استثناء حاصل نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اعلیٰ مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے جب جنگ لازم ہو جائے تو اسلحہ اٹھانے والوں کے لیے ہر چیز کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بلکہ قوانین کے دائرے میں رہتے ہوئے مقصد کے حصول کے لیے اپنی طاقت کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یہ اعزاز سب

سے پہلے اسلام کو ہی حاصل ہے کہ اس نے جنگ کے مقاصد اور اس کے آداب و اخلاقیات کا تعین کیا۔ کسی بھی فرد کے لیے ان اصول و ضوابط میں ترمیم کی اجازت نہیں ہے۔ نبی اکرمؐ کے صحابہؓ نے ان اصولوں پر سختی سے نہ صرف یہ کہ عمل کیا بلکہ دوسروں کو بھی اس پر عمل کی ترغیب دی۔ تمام اسلامی جنگوں میں اہلِ اسلام ان اصولوں کی پیروی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ غیر محارب افراد کو محفوظ رکھنا، سفیروں کو امن فراہم کرنا، پناہ طلب کرنے والوں کی جان و مال کو تحفظ دینا، ایفائے عہد، اظہارِ اسلام پر قتل سے اعراض کرنا اور مردے کی عزت و توقیر سمیت ایسی چیزیں ہیں جن کی خلاف ورزی کو گناہِ کبیرہ سمجھا جاتا ہے۔ اس پسِ منظر سے یہ بات بخوبی سمجھی جاسکتی ہے کہ جو دین حالتِ جنگ میں سپہ سالاروں اور فوجیوں اس طرح کی اخلاقیات کا پابند بناتا ہے وہ حالتِ امن میں دوسروں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی کیونکر حفاظت نہیں کرے گا۔

نتائجِ بحث

درج بالا تحقیق سے حاصل ہونے والے نتائج درج ذیل ہیں:

- حالتِ جنگ میں دشمن کے غیر مسلح افراد کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ غیر مسلح افراد سے مراد، خواتین، بچے اور وہ بوڑھے جو جنگ میں باقاعدہ حصہ نہیں لے رہے، اُن کے مذہبی رہنما، تاجر اور کسان وغیرہ ہیں۔
- سیرت نبوی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ غیر مسلموں کے سفیروں کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ جس طرح آپؐ نے مسیلمہ کذاب کے سفیروں کو قتل نہیں کیا تھا۔
- جنگ کے دوران اگر کوئی غیر صراحتاً یا اشارتاً اسلام کا اظہار کرلیتا ہے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے۔ اسلام کا اظہار اس نے دل سے کیا ہو یا موت کے ڈر سے کیا ہو۔
- حالتِ جنگ میں عہد شکنی نہیں کی جاسکتی۔ اس سے نبی اکرمؐ نے سختی سے منع فرمایا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپؐ نے حضرت ابو جندلؓ کو واپس بھیج دیا تھا۔
- غیر مسلموں کے مقتولوں بے حرمتی کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی وجہ سے نبی اکرمؐ نے مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔
- حالتِ جنگ میں اگر کوئی غیر مسلم پناہ طلب کرے تو اسے جان و مال کی حفاظت عطا کی جائے گی۔ اس کا اختیار تو سپہ سالار کے پاس ہوتا ہے لیکن اگر کوئی عام آدمی بھی پناہ دے دے تو اسے محفوظ سمجھا جائے گا۔
- حالتِ جنگ میں مسلمانوں کو بدنظمی اور انتشار سے منع فرمایا گیا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، السنن، کتاب الفتن، باب حرمۃ دم المومنین ومالہ، دار الفکر، بیروت، س ن، حدیث: ۳۹۳۲، ۲: ۱۲۹۷

2۔ القرآن ۹:۶۰

3۔ عبد الرزاق، المصنف، بیروت: دار الکتب العلمیہ ۲۰۰۳ء، حدیث: ۹۳۸۵

4۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، باب قتل النساء فی الحرب، لاہور: دالسلام، ۲۰۰۲ء، حدیث: ۲۸۵۲

5۔ النسائی، احمد بن شعیب، السنن، کتاب السیر، باب النہی عن قتل ذراری المشرکین، بمبئی: دار العلم، ۲۰۱۳ء، حدیث: ۸۶۱۶

6۔ ابن حبان، الصحیح، کتاب السیر، باب الخروج وکیفیۃ الجہاد، الریاض: بیت الافکار الدولیۃ، ۲۰۰۴ء، حدیث: ۴۷۸۸

7۔ السرخسی، شمس الدین، کتاب المبسوط، بیروت: دار المعرفہ، ۱۹۸۹ء، جلد ۱۰، ص۔ ۵

8۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب الجہاد، باب دعاء المشرکین، دہلی: دار الدعوۃ، ۲۰۱۰ء، حدیث: ۲۶۱۴

9۔ احمد بن حنبل، المسند، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س ن، حدیث: ۲۷۲۸

10۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، قاھرۃ: دار الفکر، ۲۰۰۸ء، حدیث: ۳۳۱۲۷

11۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۲۰۰۳ء، حدیث: ۱۷۹۲۹

12۔ ابن آدم القرشی، الخراج، بیروت: دار الفکر،، س ن، ۱: ۵۲

13۔ ابن القیم الجوزیہ، احکام اہلِ الذمۃ، بیروت: دار صادر، س ن ۱: ۱۶۵

14۔ ابن قدامہ، المغنی، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۹۸ھ، ۲۵۱

15۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، بیروت: دار صادر، س ن، حدیث: ۲۵۶۵

16۔ القرآن، ۱۶: ۹۱

17۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الجہاد، باب فی الامام یستجن بہ فی العہود، حدیث: ۲۷۵۸

18۔ القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، باب صلح الحدیبیۃ فی الحدیبیۃ، بیروت: دار الجیل، س ن حدیث: ۴۶۳۴

19۔ دارمی، السنن، بیروت: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ، حدیث: ۲۵۰۴

20۔ بزاز، المسند، مدینہ منورہ: مکتبۃ العلوم والحکم، ۲۰۰۹، حدیث: ۲۳۸۳

21۔ انور شاہ کشمیری، فیض الباری علی صحیح البخاری، سرینگر: ہمدرد بک ڈپو، ۱۹۷۹ء، ۴: ۲۸۸

22۔ القشیری، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، باب تحریم الغدر، حدیث: ۴۵۳۸

23۔ ابوداؤد، السنن، الجہاد، باب فی الامام یکون بینہ وبین العدو عہد فیسیر واالیہ، حدیث: ۲۷۵۹

24۔ القرآن، ۴: ۹۴

25۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب بعث النبیؐ اسامۃ بن زید الی الحرقات من جہینۃ، حدیث: ۴۲۶۹

26۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع، کتاب السیر عن رسول اللہؐ، باب، حدیث: ۱۵۴۹

27۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الفتن والملاحم، باب فی تعظیم قتل المومن، حدیث: ۴۲۷۰

28۔ ابن منظور افریقی، لسان العرب، بیروت: دار الکتب العلمیہ، س ن، ۱۳: ۲۵

29۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب حمزۃ بن عبد المطلب، حدیث: ۴۰۷۲

30۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الدیات، باب اعف الناس قتلۃ اہل الایمان، حدیث: ۲۶۸۲

31۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب قصۃ عکل وعرینۃ، حدیث: ۴۱۹۲

32۔ ابن عابدین شامی، رد المختار، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س ن، ۶: ۲۱۲

33۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الجہاد، باب مایومر من انضمام العسکر وسعتہ، حدیث: ۲۶۲۹

34 ۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الجہاد، باب مایومر من انضمام العسکر وسعتہ، حدیث: ۲۶۲۸

35۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، باب التودیع، حدیث: ۲۹۵۴

36۔ ابوداؤد، السنن، ابواب السلام، باب فی قتل الذر، حدیث: ۵۲۶۸

37۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الحدود، باب الحکم فیمن ارتد، حدیث: ۴۳۵۱

38۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۴ء، ۱۲: ۲۷۲

39۔ القرآن، ۹: ۶

40۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجزیۃ والموادعۃ، باب امان النساء وجوارہن، حدیث: ۳۱۷۱

41۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الجہاد، باب فی الرسل، حدیث: ۲۷۶۱

42۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب مرض النبیؐ ووفاتہ، حدیث: ۴۴۳۱

43۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۲۷۱؛ ابن قیم الجوزیۃ، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۸۱م، ۳: ۶۲۹؛ السبکی، فتاوی السبکی، ۲: ۳۵۸؛ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ۵: ۶۰۔ ۶۱؛ السجستانی، سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب الخراج والامارۃ والفئ، باب فی اخذ الجزیۃ، حدیث: ۳۰۴۱؛